نظمیں

ڈاکٹرعفّت زرّیں

بڑھاپا

شام کے رنگین بستر پر جمی ہے
دھندلی دھندلی روشنی
کسمساتی روٹھتی الجھی ہوئی
سہمی ہوئی
ہر طرف ہے پھیلتی یادوں
کے سرمائے کے ساتھ
نیم جاں آنکھیں ادھورے
جسم کے قریہ میں بند
بکھرے ہوئے کچھ فاصلے
سو گئے صدیوں کے سایے
ڈوب کر صحرا بصحرا او نگھتی سی
عمر نے ہاتھ پکڑا اور میں
چلنے لگی
پاؤں بوجھل ہیں کمر بھی
کچھ جھکی
ہڈیاں بجنے لگیں چلتے ہوئے
ان گنت بیماریاں
دل کی بیماری کے صدمے
خون کا بڑھتا دباؤ
میٹھی میٹھی زندگی ہے
اور شوگر کی دوا
روز ہی کھانی پڑی
یہ نشانی تھی مری
ڈھلتی ہوئی سی عمر کی
عمر جو میری بڑھی ہے اس میں
میرا کیا قصور؟
میرے ہی گھر میں جگہ اب تنگ ہے میرے لیے
میرے بچے بھی چراتے ہیں نظر
رات کے پچھلے پہر جاگتی آنکھوں کے ساتھ
کھانستی سانسیں الجھتی زندگی

رفتہ رفتہ رات گزری
زندگی صفحے پلٹنے سی لگی
ہم بھی بچے تھے کبھی تھے ہمارے بھی بزرگ
دادا دادی، نانا نانی تھے ہمارے دل اور جان
وہ بھی تھے بوڑھے مگر گھر کی تھے اک شان
ان کی گودوں میں پلی تھی زندگی
ہم نہیں سکتے کبھی ان کو بھلا
وقت نے کنبے جدا ایسے کیے
جیسے مغرب اور مشرق کی بدلی
دھوپ میں
ایک نئی تہذیب پیدا ہوگی
جس میں چھوٹا اور بڑا کوئی نہیں
صرف دیواریں ہیں گھر کوئی نہیں
بوڑھی آوازوں کو تنہا چھوڑ کر
صرف پیسہ کمانے کے لیے
چھوڑ کر گھر کا سکوں
جنگلوں کی تہذیب کو اپنانے
پر مجبور ہیں
میں اسی تہذیب سے وابستہ
ہوں
جھیلتی ہوں اب نئے ہر دور کو
میں بھی بوڑھی ہوگئی ہوں خود کو سمجھاتی رہی
اور فریب زندگی اپنوں سے ہی کھاتی اپنی
میں ہوں تنہا ایک کمرہ اور دوا کی شیشیاں
اور ہر آہٹ پہ چونکتی ہوں بے چینی کے ساتھ
وقت پہ آئے جو کوئی اس کا اب ہے انتظار
ہو ملازم یا کہ پھر وہ موت ہو

543، گلی حکیم جی، چوڑی والان، جامع مسجد، دہلی۔110006

ڈاکٹر سنجر ہلال بھارتی

بے حسی

نہ جانے کتنے حادثے، نہ جانے کتنے سانحے
نگر نگر، ڈگر ڈگر
روش روش، قدم قدم
کبھی یہاں، کبھی وہاں
خدا کی اس زمین پر
جو پیش آتے روز ہیں
کہ ایسے سانحات میں وہ سانحہ بھی ایک ہے
جو آصفہ کے نام کا ہی جز و بن کے رہ گیا
وہ آصفہ پلی تھی جو کھلی فضا کی گود میں
وہ آصفہ کہ جس کی سادگی حُسن پر فرشتے بھی نثار تھے
کہ جس کی مسکراہٹوں پہ خود فدا تھی فصلِ گل
کہ آہوئے چمن بھی تھا ہمکتا اس کی چال پر
نہ جانے روسیہ کی آنکھ اس پہ کیسے جم گئی
کہ دیکھتے ہی دیکھتے بڑھا وہ پنجۂ جنوں
جو کام اپنا کر گیا
زمین کانپ کانپ اُٹھی اور آسماں لرز گیا
طیور دم بخود تھے اپنے بال و پر سمیٹ کر
وُحوش کے بھی سر گڑے تھے شرم سے زمین میں
مگر — ہیں رب کے ایک شاہکار ہم!
ہمیں ہے ناز یہ، جہاں میں ہم ہیں نائبِ خدا
ہزار حیف آج تک
کہ اس کی موت پر، نہ آنکھ اپنی نم ہوئی
نہ لب ہلے، نہ ماتھے پر ہی بل پڑے
بلند بھی نہ کچھ ہوئی صدائے احتجاج ہی
نہ قلزم حیات میں کوئی اُتھل پتھل ہوئی
ہماری غیرت وحیا کو کیا ہوا؟
کہ ہر طرف حیات کا مزاج سازگار ہے!؟

اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ، 21 حاجی محمد محسن اسکوائر، کولکاتہ